اسلام میں علم النحو کا عالی مقام

ازقلم: مولانا سجاد الحجابی

علم النحو ان قوانین کے جاننے کا علم ہے جن کے ذریعے کلمات عربیہ کے معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے ترکیبی احوال کی معرفت حاصل ہو۔

علامہ ابن خلدون نے اپنے شہرہ آفاق مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ ”عربی زبان کے علوم میں سے چار علوم بنیادی حیثیت رکھتے ہیں: (۱) لغت (۲) نحو (۳) بیان (۴) ادب

پھر فرماتے ہیں ”لیکن ان سب میں سب سے زیادہ مہتم بالشان اور اولیت کا حامل علم النحو ہے کیونکہ جب اس کے ذریعے مقاصد پر دلالت کرنے والے اصول وقواعد واضح ہوجاتے ہیں، تو تب ہی فاعل، مفعول، مبتداء اور خبر کی الگ الگ صحیح پہچان ہوتی ہے، اگر علم النحو نہ ہوتا تو افادہ کی بنیاد ہی مجہول رہ جاتی۔

حق تو یہ تھا کہ ان چاروں علوم میں سے علم اللغہ کو حصول کے حوالے سے مقدم کیا جاتا، لیکن لغت چونکہ اکثر احوال میں اپنے اپنے مقامات پر بعینہا باقی ہیں، ان میں کوئی ردوبدل واقع نہیں ہوئی، بخلاف اِعراب کے جو اسناد، مسند اور مسند الیہ پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ بالجملہ ردوبدل کا بہت زیادہ شکار ہو چکے ہیں۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر علم النحو کو علم اللغۃ سے زیادہ اہمیت واولیت حاصل ہوگئی، کیونکہ علم النحو سے ناواقف رہنے کی وجہ سے باہمی افہام وتفہیم میں بالکلیہ خلل واقع ہوجاتا ہے، جبکہ علم اللغۃ میں تقریباً ایسی کوئی بات پیش نہیں آتی۔“

ابن خلدون آگے فرماتے ہیں: ”علماءِ نحو نے کلام عرب سے قواعد اور کلیات کی شکل میں ایسے قوانین مستنبط کئے کہ ان پر باقی اقسام کا قیاس کیا جاسکے تاکہ شبیہ کو دوسرے شبیہ سے ملایا جاسکے جیسے ”الفاعل مرفوع، والمفعول منصوب، والمبتداء مرفوع“۔

مزید لکھتے ہیں...... ”پھر انہوں نے جب دلالت کے ردوبدل کو انہی کلمات کے حرکات کے ردوبدل کی وجہ سے پایا تو اصطلاح کے طور پر اس کو ”اعراب“ کا نام دیا اور اس تغیر کے سبب کو ”عامل“ کا نام دیا، اور یوں وہ اصطلاحات

اس علم کے ساتھ خاص ہوگئیں، اور اِسی مخصوص فن صناعت کو اپنی اصطلاح میں علم النحو کا نام دیا۔(مقدمہ ابن خلدون ص ۵۴۵)

علم النحو کے وضع کیے جانے میں بنیادی دینی پہلو!

بعض روایات، نحو کے وضع کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک بہت ہی مضبوط دینی سبب کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں، وہ یہ کہ: کلام عربی میں لوگوں کی ترکیبی و اعرابی غلطیاں بڑھتے بڑھتے کلام اِلٰہی تک سرایت کرگئیں۔جیسا کہ مروی ہے کہ ایک آدمی نے سورۃ توبہ کی مندرجہ ذیل آیت پڑھی:

?وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ (التوبة: 3)

کہ اصل میں قراءت وَرَسُولُهُ میں لام کے پیش (ضمہ) کے ساتھ ہے، لیکن اس آدمی نے لام کے زیر (کسرہ) کے ساتھ پڑھا، جس کی وجہ سے معنی تبدیل ہوکر بگڑ گیا۔

اصل آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین سے بری ہیں'' جبکہ کسرہ کے ساتھ غلط پڑھنے کی وجہ سے ترجمہ الٹ ہوکر یہ بن گیا''اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بری الذمہ ہے''(اعاذنا اللہ منہ)

اور یوں جب ایک دیہاتی نے یہ آیت وَرَسُولُهُ (بالضمۃ) کے بجائے لام کے کسرے کے ساتھ وَرَسُولِهِ سنی، تو برجستہ کہا: کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بری ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہے تو میں بھی ان سے بیزار ہوں۔اس دیہاتی کی یہ بات جب سیدنا عمرؓ تک پہنچی تو آپؓ نے اسے صحیح آیت بتلا کر حقیقت سے آگاہ فرمایا۔

سیدنا عمرؓ نے پھر یہ حکم نامہ بھی جاری فرمایا کہ لغتِ عربی کے واقف کار عالم کے سوا کوئی قرآن کریم نہ پڑھائے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا علیؓ نے ایک دیہاتی کو آیت قرآنی......لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ { الحاقة: 37 کے بجائے (لایأکله إلّا الخاطین) پڑھتے ہوئے سنا (یاد رہے کہ اس مقام پر صحیح لفظ إلّا الخاطؤن ہے جو کہ لَا يَأْكُلُهُ کے لئے فاعل واقع ہورہا ہے اور إلّا الخاطین مفعول ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظاً و معناً دونوں اعتبار سے سخت غلطی ہے) تو سیدنا علیؓ یہ سن کر گھبرا گئے۔

اسی ڈر سے انہوں نے علم النحو کے بنیادی قواعد و ضوابط کا ایک ابتدائیہ وضع فرما کر اپنے شاگرد ابوالاسود الدؤلی

(م: سنہ ۹۶ھ) کو عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ: "انح ہذا النحو" (اسی طریقے پر آگے بڑھو)۔

الغرض جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا وقت کے علماء وائمہ فحول نے خوب دقت نظری و دور بینی سے کام لیتے ہوئے اسے بخوبی حل کیا۔ اسی کی ایک کڑی ائمہ اسلاف کی اولین فرصت میں علم النحو میں تصنیفی وتالیفی کام کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا بھی ہے، جس کے نتیجے میں جلد ہی علم النحو کی ترویج ونشر واشاعت کا کام وجود پذیر ہوا جو کہ ان کی مخلصانہ جدو جہد تھی۔ اوران کی تصانیف چھوٹے چھوٹے رسائل یا گنتی کے چند اوراق کی صورت میں سامنے آنے لگیں، جو بجا طور پر "بقامت کہتر بقیمت بہتر" کے مصداق تھے۔ یہاں تک کہ عربیت کے سرخیل اعظم، امام عبقری خلیل بن احمد فراہیدی کا عہد آیا، اور انہوں نے اپنے تصانیف کے ذریعے علم النحو کے امام اول سیبویہ کے لئے راستہ ہموار کیا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں: "پھر ابوالاسود الدوئلی کے بعد بھی علماء، علم النحو سے متعلق لکھتے رہے یہاں تک کہ ہارون الرشید کے دور میں خلیل بن احمد فراہیدی کے عہد زرین آپہنچے"۔

علم النحو ولغت کے علامہ، ڈاکٹر محمود الطناحی مصری لکھتے ہیں "علم النحو کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ زوال کا شکار تھی کہ اس کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھنے کو تھا، خاص طور سے عربوں میں اس کا خداداد ملکہ رکھنے والے رفتہ رفتہ ناپید ہونے کی وجہ سے لوگ علم النحو کی تدوین کے اس قدر محتاج تھے جتنا پیاسا آدمی ٹھنڈے پانی کا۔ اور جس قدر کہ عرب اس سے بے اعتنائی کا شکار تھے تو حسن اتفاق سے انہی ایام میں امام خلیل بن احمد فراہیدی نے اس علم کو چھانٹا، اس کے ادھورے ابواب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

پھر جب ان سے امام سیبویہ نے اس علم کو حاصل کیا تو نہوں نے اس کی نامکمل تفریعات کو تکمیل کی معراج پر پہنچا کر اس کے ادلہ وشواہد کی بیخ بو کر کثرتِ دلائل سے نوازا، اور تشنگان علم النحو کی سیرابی کا سامان مہیا کر دیا، جس کی صورت یہ بنی کہ عظیم شہرہ آفاق کتاب (کتاب سیبویہ) تصنیف فرمائی جو کہ علم النحو میں بعد کی تمام کتب کے لئے امام کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی علم النحو کا بہترین ترویجی وارتقائی زمانہ تھا۔ الغرض تمام علوم عربیہ میں سے علم النحو وہ علم ہے جس میں سلف صالحین ہی کے زمانے سے باقاعدہ تصنیف وتالیف کا لازوال آغاز ہوا، جس کی وجہ سے یہ علم، علوم عربیت کے لئے سنگ بنیاد اور بنیادی ستون قرار دیا گیا" (**صَحة في سبيل العربية، للدكتور الطناحي، ص: ۱۸۴، ناشر: ازْرِقة، أردن**)

امام ابوالعباس احمد بن یحیٰ الثعلبی کا قول ہے: "**لا يصح الشعر ولا الحديث ولا القرآن الا بالنحو، النحو ميزان هذا كلهٗ**" یعنی علم النحو کے بغیر نہ تو شعر کو صحیح پڑھا اور سمجھا جاسکتا ہے، نہ قرآن کریم کو، اور نہ

ہی حدیث وغیرہ کو، یہ علم ان تمام علوم وفنون کے لئے ترازو ہے۔ نیز فرمایا ’’تعلموا النحو فانہٗ اعلی المراتب‘‘ (علم النحو سیکھو اس لئے کہ اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے) (مجالس ثعلب ص ۳۱۰)۔

ابو بکر الشنتريني نے فرمایا۔’’اگر علم النحو کے بے شمار فضائل ومناقب میں سے مندرجہ ذیل فضیلت کے علاوہ اور کوئی فضیلت نہ ہوتی تو تنہا یہی اس کی فضیلت ومنقبت کے لئے کافی تھا، اور وہ یہ کہ اسی علم کی وجہ سے اس علم کا واقف کار عالم، جملہ علوم کو قبول کرنے کے لائق اور باقی تمام علوم پر ڈوری ڈال سکتا ہے، اور ان میں مجتہدانہ مجددانہ صلاحیتوں سے معمور ہو کر تخلیقی کارنامے انجام دے سکتا ہے، اور تمام علوم کی لگام اس کے ہاتھ میں آجاتی ہے، پھر کوئی علم اس کے لئے مشکل نہیں رہتا، اس کے ساتھ ساتھ یہ علم ان تمام علوم سے مستغنی ہے اور دوسرے تمام علوم اس کے محتاج ہیں۔ اسی وجہ سے علم النحو کا نام ’’العلم المستطیل‘‘ یعنی تمام علوم پر جال پھینکنے والا اور ان پر حاوی علم قرار دیا گیا ہے‘‘۔

ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مجاہد سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں’’کہ میں ابو العباس احمد بن یحیٰ الثعلبی کی مجلس میں شریک تھا کہ ہماری گفت وشنید کا پہیہ مختلف علوم کے گرد گھوم رہا تھا، اسی دوران شیخ النحو امام ابو العباس احمد بن یحیٰ الثعلبی نے مجھے فرمایا’’اے ابو بکر! تم لوگ قرآن کریم کے (الفاظ ومعانی) سیکھنے سکھانے میں مشغول ہوئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اہل فقہ نے فقہ کو اوڑھنا بچھونا بنایا تو ان کا سفینہ بھی ساحل سے جالگا، جب کہ میں تو زید وعمرو (یعنی علم النحو) میں منہمک رہا، اب نہ جانے کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا کیا فیصلہ ہوگا، اور گڑگڑا کر رونے لگے۔ میں ان کے پاس سے اٹھ کر گھر چلا آیا، اسی رات میں نے خواب میں امام محمد بن احمد بن غالب کو دیکھا، انہوں نے مجھے فرمایا’’اے ابو بکر! کیا آپ ابو العباس احمد بن یحیٰ الثعلبی کو جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں ہمارے دوست ہیں، تو فرمانے لگے کہ جب صبح ہو تو ان پر میرا سلام پیش کرنا اور ان کو کہنا کہ کل قیامت کے دن تم ’’صاحب العلم المستطیل‘‘ ہوگے، یعنی تمام علوم پر جال ڈال کر سب پر دسترس حاصل کرنے والے ہوگے‘‘۔

ابو بکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ ’’علم المستطیل‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ ایک نحوی علم النحو میں پختگی ومہارت کی وجہ سے تمام علوم پر حاوی ہو جاتا ہے، کیونکہ جملہ علوم، علم النحو کے محتاج ہیں۔

حدیث نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیہ) کے سیکھنے سے پہلے علم النحو کے حصول کی ضرورت واہمیت:

حضرات متقدمین کے ہاں علم النحو کی اہمیت اس قدر تھی کہ وہ علم النحو کی مشغولیت اور اس کے سیکھنے کو حدیث نبوی کے حصول سے بھی مقدم بتلاتے تھے، حدیث سے پہلے علم النحو کو اہمیت واولیت کا حامل گردانتے ہوئے زمام التفات ابتداء ہی سے اسی کی طرف متوجہ کر لیتے تھے۔ خطیب بغدادی نے ذکر کیا ہے کہ عبد العزیز ابن محمد

دراوردیؒ، مغیرہ بن عبدالرحمٰن کے والد کی خدمت میں آکر احادیث مبارکہ سنایا کرتے۔ایک دفعہ وہ پڑھنے لگے تو بہت فاش اعرابی غلطیاں کرنے لگے تو میرے والد یعنی عبدالرحمٰن نے ان سے کہا: ''ویحک یا دراوردی، أنت کنت باقامة لسانک قبل ھٰذا الشان احرٰی؟ ''یعنی: ''اے دراوردی تیرا ناس ہو! تم تو علم حدیث حاصل کرنے سے پہلے اپنی ترکیبی غلطیوں کو درست کرنے کے لئے علم النحو سیکھنے کے زیادہ محتاج ہو'' مطلب یہ ہے کہ ایک شاگرد کو اپنے جلیل القدر استاذ گرامی کے طرف سے علم النحو میں کمزور ہونے کی وجہ سے خوب ڈانٹ پڑی۔

امام خطیب بغدادی نے حاجب بن سلیمان سے نقل کیا ہے کہ میں نے وکیع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ''میں امام اعمش کی خدمت میں سماع حدیث کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا۔ایک مرتبہ میں نے حدیث پاک پڑھنے میں غلطی کی تو انہوں نے مجھے فرمایا: ''اے ابوسفیان (وکیع)! تو نے حدیث سے پہلے علم کو چھوڑ کر اس سے غفلت برتی، تو میں نے کہا: اے ابومحمد! علم حدیث سے پہلے کیا علم ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ''النحو''یعنی علم النحو، پھر پہلے انہوں نے مجھے علم النحو پڑھایا، اس کے بعد مجھے حدیث پڑھائی۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاجؒ نے فرمایا: ''من طلب الحدیث فلم یبصر العربیة فمثلهُ مثل رجل علیه برنس ولیس لهُ رأس ''یعنی جس نے علم الحدیث کو حاصل کرنا چاہا اور نحو میں مہارت اور بصیرت ابھی تک حاصل نہیں کی ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنی سر پر ٹوپی رکھ دی، اور اس کا سر ہی نہ ہو، یعنی جیسی ٹوپی رکھنے کے لئے پہلے سر ضروری ہے، اسی طرح علم حدیث سے پہلے علم النحو سے واقفیت از حد ضروری ہے۔

حماد بن سلمہ نے فرمایا: '' مثل الذی یطلب الحدیث ولا یعرف النحو مثل الحمار علیهِ مخلاة لا شعیر فیها ''یعنی جو شخص علم النحو میں بصیرت حاصل کئے بغیر، علم حدیث میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر بوری تو لدی ہو لیکن جو سے خالی ہو۔

اسی طرح امام خطیب بغدادی نے سالم قتیبہ کا قصہ ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابن ہبیرہ الاکبر کے ہاں موجود تھا کہ باتیں ہوتی رہیں، اسی اثناء میں ایک نحوی عالم کا ذکر خیر آیا تو ابن ہبیرہ کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی قسم ایسے دو آدمی کبھی برابر نہیں ہوسکتے کہ ان کا دین بھی ایک ہو، حسب ونسب بھی ایک ہو، عادات واطوار میں بھی یکساں ہوں لیکن ان میں سے ایک پڑھنے اور سمجھنے میں غلطیاں کرنے والا ہو، اور دوسرا پڑھنے اور سمجھنے میں غلطی سے مبرا، اور پاک ہو، اور ظاہر ہے ان میں سے دنیا و آخرت میں افضل واعلیٰ وہ ہے جو غلطیاں نہیں کرتا۔

تو سالم قتیبہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ امیر کو صحیح سلامت رکھے، مانا کہ وہ اپنی فصاحتِ نحو میں مہارت

کی فضیلت کی وجہ سے دنیا میں تو افضل ہوسکتا ہے، بھلا آخرت میں وہ کس وجہ سے فضیلت سے نوازا جائیگا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کو غلطیوں سے پاک اسی طریقہ سے پڑھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا، اور اس کی بنسبت ایک دوسرا شخص جو غلطیاں کر کے تلاوت کرے گا تو اس کے نتیجے میں اس سے صادر ہونے والی لفظی، معنوی اور اعرابی غلطیوں کی وجہ سے وہ اس بات کا مرتکب ہو رہا ہے کہ کبھی کتاب اللہ میں وہ کچھ داخل کرتا ہے جو قرآن مجید میں بیان کردہ مضامین ومعانی کو باہر نکال لیتا ہے'' سالم قتیبہ کہتے ہیں ان کی یہ بات سن کر میں نے کہا: ''امیر نے سچ فرمایا اور یوں یہ بات سمجھا کر ہمارے ساتھ بھلائی کی۔

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع جلد۲ص ۲۶،۲۷)

علامہ محمود الطناحی مصری کیا خوب فرماتے ہیں: ''نحو ہر فن کا امام اور پیشوا ہے۔ ہر علم پر اولیت اور اقدمیت حصولی کا درجہ رکھتا ہے، لیکن افسوس آج اس میں کوتاہی برتی جارہی ہے، اس کے قواعد میں غلطیاں کی جارہی ہیں، اور ضوابط کو کو مہمل چھوڑا جارہا ہے جس کی وجہ سے زبردست نقصان ہو رہا ہے، اور ظاہر ہے اس سخت غلطی کا مرتکب درجہ کمال حاصل کرسکتا ہے نہ ہی علم وفن کی معراج پر چڑھ کر بلندی تک پہنچ سکتا ہے بلکہ ہر جگہ طعن وتشنیع اور ذلت وخواری کا نشانہ ہی بن کر رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء متقدمین کے تراجم واحوال میں بسا اوقات یہ الفاظ مل جاتے ہیں (وکان یلحن، وکان ربما یقع من اللحن) جن کا حاصل یہ ہے کہ وہ فلاں بن فلاں اعرابی وترکیبی غلطی کرتا تھا، وہ بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا تھا، الخ...... حتیٰ کہ علمائے تراجم نے بعض علماء کے متعلق ان کی نحو وعربیت میں کمزوری وکمی پر نصوص قائم کئے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرات متقدمین اپنی اولاد اور جگر گوشوں کو اعرابی وبنائی غلطی کرنے پر مارا بھی کرتے تھے اور اسی قسم کا واقعہ ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ وہ اپنے لخت جگر کو اعرابی ونحوی غلطی کی وجہ سے تأدیباً مارا کرتے تھے۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع جلد۲ص ۲۸،۲۹ وایضاح الوقف والابتداء، ص۲۴، بہجۃ المجالس جلد۱ص ۲۴)

بلکہ اس امر کی اہمیت حضرات متقدمین کے ہاں اس قدر تھی کہ وہ مشکل اور سخت مواقع پر غلط ودرست کو خوب ملحوظ خاطر رکھتے اور مخاطب اور خصم کے کلام کو خوب غور سے سنتے، جس کا اندازہ اس مشہور چہار دانگ عالم واقعہ سے ہوسکتا ہے جس میں امام احمد بن حنبلؒ نے مشقتیں جھیلیں یعنی خلق قرآن کا مسئلہ، اسی قصہ میں راوی کہتا ہے: ''و اخبرنی رجل أحضره انهٔ تفقده فی هذه الأیام الثلثة وهم یناظرونه فما لحن فی کلمة''

مطلب یہ کہ تین دن مسلسل میں امام احمد بن حنبلؒ کی نحوی واعرابی غلطی پکڑنے کی کوشش میں تھا لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔